غزوات السموات

(۱)

لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب

اصل مقصد بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں ان اصطلاحات کے معانی بیان کردوں جو محولہ بالا عنوان میں نظر آتے ہیں۔ غزوات اکثر ان جنگوں کو کہا جاتا ہے جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی اور جو کافروں کے خلاف لڑی گئی۔ اس لفظ کا ماخذ غزوٌ بتایا جاتا ہے جس کے معنی جنگ اور لڑنا کے ہیں۔ اور یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اگرچہ ترکی زبان کا ایک لفظ غُزّ بھی ہے جس کے معنی ڈاکو اور جنگجو کے ہیں اور یہ ترکستان کی ایک قوم کا نام ہے جس کا ایک حصہ بہت عرصہ ہوا ہندوستان میں جالندھر کے قریب بستی غزّان میں آکر آباد ہوا۔ شمس اللغات جو ترکی کے ایک اہل زبان کی تصنیف ہے۔ اس نے اس کو غزّ ہی لکھا ہے۔ عربی اور فارسی زبان کے اندر بیشتر الفاظ جو حرف غ سے شروع ہوتے ہیں وہ ترکی کے ہیں۔ اس لیے اغلب یہی ہے کہ یہ لفظ غزوات معرب ہی ہو۔ بہرحال یہاں یہ بحث مقصود نہیں صرف اس کے معانی بیان کرنا مقصود ہیں۔ انگریزی میں ہم اس کو "کومبیٹ" (COMBAT) کہہ سکتے ہیں۔ اب ہم دوسرا لفظ سموات لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سمآ کی جمع ہے۔ المنجد نے اس کے معنی

اس فضائے بسیط کے بھی بتائے ہیں جس میں چاند ستارے سورج و دیگر اجرام فلکی سمائے ہوئے ہیں اور اس کا مقصد ایک ٹھوس چیز کی طرف بھی اشارہ ہے۔ انگریزی میں ہم اس کو "کاسموس" (COSMOS) کہہ سکتے ہیں۔ اکثر الفاظ کے معانی کو لغت میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ الفاظ کے معانی عموماً تجربہ کے ساتھ وضع ہوتے رہتے ہیں۔ اور قرآن حکیم کے بیان کا تو یہ انداز ہے کہ خود اپنے الفاظ کے معنی بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ سماء کے معنی در اصل "اسپیس" (SPACE) کے ہیں۔ اور لازم ہے کہ سماء کے اندر ہر چیز سموئی جا سکتی ہے۔ قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت پر غور فرمائیے:

ومن آیته خلق السموات والارض وما بث فیهما من دابة (۴۲-۲۹)

جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے زمین اور سیارگان یا اجرام فلکی بنائے اور ان تمام میں بکھیر دئے جاندار۔ اس آیت میں جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ کسی چیز کا فضا میں بکھیر دینا یہ مطلب نہیں رکھتا کہ وہ فضا میں معلق ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کسی مقام پر قیام کئے ہوئے ہے۔ اور چل پھر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قیام کسی ٹھوس مقام ہی پہ کیا جا سکتا ہے۔ محض ہوا یا فضا میں معلق ہونے کا کچھ مطلب نہیں ہے۔ اس لئے سمٰوات اجرام فلکی اور وہ سب کچھ جو سما (SPACE) میں موجود ہے۔ اس کو کہتے ہیں۔ محض آسمان یا سما کے لفظ کی جمع کو نہیں کہتے۔

اب اس عنوان کا مطلب یہ ہوا کہ اجرام فلکی کے نظام کے اندر ایک جنگ جاری ہے۔ اور یہ آپس میں ٹکراتے رہتے ہیں یعنی ان کا تصادم ہوتا رہتا ہے۔ جس سے نتائج برآمد ہوتے رہتے ہیں۔ اور جس کا ثبوت ہم کو تاریخ قدیم میں ملتا ہے۔ تصادم کے اثرات و نشانات بھی ملے ہیں یہ تاریخ تخلیق کائنات کا ایک عجیب و غریب باب ہے جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ مگر جدید تحقیق نے اس پر بہت اہم روشنی ڈالی ہے۔ چونکہ ہمارا مقصد تفصیلی بحث نہیں ہے۔ اس موضوع پر صرف قرآن حکیم کی چند

ایک آیات کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے جو ان حادثات کی طرف نشان دہی کر رہی ہیں اور تخلیق کائنات کی مختلف منازل اور اس کے مختلف مراحل کو بیان کرتا ہے۔ تاکہ جو کچھ عمل تنقیب (ARCHAEOLOGY) کے علم سے منظر عام پر آچکا ہے اس کی تصدیق قرآنی آیات سے ہو۔ اور تاریخ قدیم خصوصاً اقوام قدیم کی تاریخ کے ساتھ تطابق پیدا ہو جائے۔ ہم یہاں دو ایسے غزوات کا ذکر کریں گے ان میں سے ایک تو ۳۶۰۰ ق۔م میں واقع ہوا۔ اور دوسرا ۸۰۰۰ ق۔م میں۔ یقینی بات ہے کہ لوگ ان کو نیوٹن (NEWTON)، کانٹ (KANT) اور ڈارون (DARWIN) کے نظریات کے خلاف سمجھنے لگے۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں یہ سب کچھ تخلیقِ کائنات کے اصولوں کے مطابق ہو رہا ہے۔

پہلے واقعہ کا خیال خروج (EXODUS) کے ساتھ ابھرتا ہے جبکہ اس کو تاریخ میں بہت سے قدرتی تغیرات کا پتہ ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی طوفان نوح (DELUGE) ایک ایسا ہی واقعہ ہے جس سے اس کائناتی ڈرامے کا ایک اور پردہ اٹھتا ہے۔ ایسے واقعات کی اطلاع ہم کو تاریخ سے بھی ملتی ہے۔ اور قرآن حکیم سے بھی۔ بلکہ مختلف ممالک میں جو کہانیاں اور لوک گیت رائج ہیں ان سے بھی ایسے واقعات کا پتہ چلتا ہے۔ مذہبی کتابوں میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان تمام واقعات کی تصدیق علم الآثار قدیم بھی کرتا ہے۔ علم تنقیب سے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ ان تمام حقائق کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ مقامی لوگوں کی کتابوں میں ایسے واقعات اور حادثات کا ذکر نہیں ملتا۔ شاید یہ اس لئے ہے کہ ایسے حادثات کا نفسیاتی اثر تحت الشعور پر ضرب کاری لگاتا ہے۔ جو ان تمام واقعات کو لاشعور میں پھینک دیتا ہے اور ان کا وہاں سے ابھرنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ بہرحال ہمارے پاس بعض ایسے حقائق محفوظ ہیں جن کا ہم ابھی ذکر کریں گے۔ ذرا آئیے اب اور آگے بڑھنے سے پہلے دیکھیں کہ تخلیق کائنات کے اندر عمل تخلیق کا تسلسل اور اس کی ترتیب کیا ہے۔ قرآن حکیم کی آیات پر غور کرنے سے

مندرجہ ذیل منازل (STAGES) بالترتیب ہمارے سامنے آتی ہیں۔

۱۔ والسمآ بنآءً (بقرہ : ۲) یعنی اس سما (SPACE) کو ہم نے بنایا ہے۔
لازمی بات ہے کہ اس مادی کائنات کو بنانے سے پہلے اس کے لئے ایک سازگار اور موزوں مقام کی ضرورت تھی۔ جس کے اندر یہ سمٰوات سموجاتی۔ چنانچہ پہلے اس سما کو بنایا گیا۔ پھر فرمایا: افلم ینظروا الی السمآ فوقھم کیف بنینٰھا (ق : ۶) یعنی کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ یہ سما (SPACE) ہم نے ان کے اوپر کس طرح بنائی ہے۔ پھر دوبارہ کہا: والی السمآء کیف رفعت (غاشیہ : ۱۸) اور اس کے ساتھ ہی کہا اللہ الذی رفع السمٰوات (۱۳ : ۲) ان دونوں آیات کے اندر رفع کے معنی لامتناہی اور لامحدود سمت تک بلند ہوجانے کے ہیں۔ محض بلندی اور اونچائی کے نہیں ہیں۔ جیسا کہ اکثر مترجمین نے کہا ہے۔ بہرحال یہ بات واضح ہوگئی کہ سب سے پہلے سما کو یعنی (SPACE) کو بنایا گیا ہے جس کے اندر سمٰوات سمو دیئے جاسکتے تھے۔ اس کے بعد اب دوسری منزل شروع ہوتی ہے۔ جب کائنات کی تخلیق کے لئے سواد جمع کیا جاتا ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ (۲) ثم استوای الی السمآ وھی دخان (۴۱ : ۱۱) یعنی پھر وہ سما کے اندر ایک دھواں بنانے کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ دھواں مجموعی کائنات کا آغاز تھا یہ دھواں گیس کی شکل میں تھا جس نے بعد میں منجمد (CONDENSE) ہوکر ایک دہکتے ہوئے گولے کی شکل اختیار کرلی جو کائنات کا ہیولیٰ تھا۔ یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ دخان کی تخلیق سے پہلے سما کے اندر ایک آواز کی لہر گونج رہی تھی۔ یہ آواز متحرک تھی اور یہی آواز یا گونج "ہو" کی آواز تھی۔ یہی قوت یا انرجی (ENERGY) کی ابتدائی شکل تھی۔ جس کی لہروں سے دھواں پیدا ہوا۔ اس آواز کی قوت کے تموجات (VIBRATIONS) یعنی لہریں منجمد ہوکر دھویں کی شکل اختیار کر گئے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا ہے۔ یہی دھواں بعد میں مشتعل ہوکر آگ کے گولے کی شکل اختیار کر گیا۔ یہ آواز کی لہروں کے تموجات کا اثر تھا۔ بعینہ اسی طرح جیسے دیپک راگ گانے سے چراغ جل پڑتے ہیں۔

مادہ منجمد (CONDENSED) انرجی (ENERGY) ہے اور ٹھوس اشیاء منجمد قوت کا نام ہے۔ دھواں آواز کی لہروں سے پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں مادے کی مختلف شکلیں تھیں۔ اب یہ دہکتا ہوا گولہ بڑی تیزی سے اپنی طبیعاتی قوت سے متحرک تھا۔ اور آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوا۔ اور جب ٹھنڈا ہوا تو قدرتی طور پر سکڑنے لگا اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس سے علیحدہ ہو کر فضا (سما) کے اندر تیرنے لگے اور اس طرح اجرام فلکی کا نظام قائم ہو گیا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ حرکت سے رگڑ پیدا ہوتی ہے۔ یعنی (FRICTION) اور اس سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس حرارت سے دھواں سلگ کر آگ کا گولہ بن گیا۔ یہ کیفیت آواز کی لہروں سے پیدا ہوئی۔ یہ آواز کائنات کی لے تھی جس سے انسان کا لحن پیدا ہوا۔ جس نے قرأت میں ترتیل کی شکل اختیار کی۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ لے (TEMPO) کو نہیں کہتے آواز (VOICE) کو کہتے ہیں۔ تال (TEMPO) یعنی زمان تخلیق کائنات کے ساتھ وجود میں آتا ہے اور بہت بعد کی چیز ہے۔ بعض منکرین یہ بھی پوچھ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کے بنانے سے پہلے کیا کر رہے تھے۔ تو اس سوال کا جواب خود قرآن حکیم نے دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

اَوَلَیسَ الذی خلق السموات والارض بقادر

علی ان یخلق مثلھم (۳۶ : ۸۱)

یعنی اس کائنات کے بنانے سے پہلے وہ اس قسم کی اور کائناتیں بنا رہا تھا۔ اس آیت سے ان تمام متشککین کے سوالوں کا جواب مل گیا جو اس بحث میں الجھتے رہے ہیں۔ اور عجیب عجیب قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ "پہلے" کے لفظ سے وہ وقت یعنی دقت کا مسئلہ بھی لے آتے ہیں اور اس کو اس طرح حل کرتے ہیں کہ وقت کو برا مت کہو۔ وقت خدا ہے۔ مگر غور سے پتہ چلتا ہے کہ دھر زمان نہیں ہے۔ زمان بہت بعد کی تخلیق ہے جو سورج

کی تخلیق کے بعد وجود میں آتی ہے۔ دھر، عصر اور زمان تین مختلف اصطلاحات ہیں جن کے معنی بالکل مختلف ہیں۔ مگر چونکہ ہمارے موضوع سے یہ بحث ہٹی ہوئی ہے۔ ہم یہاں اس پر مزید لکھنے سے احتراز کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور وقت پر اس موضوع پر مفصل بحث کی جائے گی۔

اس سما کے بنانے کے سلسلے میں قرآن حکیم ایک مقام پر یہ کہتا ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (۵۱: ۴۷) یعنی ہم نے اس سما (SPACE) کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور ہم بڑی وسعتیں دینے والے ہیں۔ یعنی سمتیں (DIMENSIONS) بنانے والے ہیں۔

اب تخلیق سما کے بعد تخلیق کائنات کی باری آتی ہے اور اجرام فلکی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ اس وقت یعنی زمان کا کوئی وجود نہ تھا۔ جو چیز تھی وہ محض دھر تھا۔ اور زمان سورج کی تخلیق کے بعد دھر سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا اس کائنات کا جو مغز (MATRIX) ہے وہ عام الفاظ میں زمان و مکان ہیں۔ ہم زمان و مکان کے الفاظ کائنات کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔ اس کے بغیر نہیں۔ اس کی تخلیق سے پہلے فقط سما اور دہر تھے جو خود ذاتِ خداوندی کے ساتھ والبتہ ہیں۔ زمان و مکان کا کوئی وجود نہ تھا۔ عصر کا لفظ (AGES) یا (PERIODS) کے لئے آیا ہے۔ جو وقت کی تخلیق کے بعد ایک تاریخی چیز ہے۔ دہر قبل از تاریخ حقیقت کا نام ہے۔

آیئے اب ذرا دیکھیں کہ سما اور دخان کی تخلیق کے بعد کائنات کس شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ اوپر ہم کچھ تفصیل سے اس کی شکل لکھ آئے ہیں۔ مگر اب ہم چاہتے ہیں کہ از روئے قرآن یہ بات بھی واضح کر دیں۔ یہ دہکتا ہوا گولہ جب سکڑنا شروع کرتا ہے تو اس کے کچھ حصے ٹوٹ ٹوٹ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور سما میں پھیل کر تیرنے لگتے ہیں۔

اور یہ اجرام فلکی بن جاتے ہیں۔ اور ان سے ہی سورج، چاند، ستارے، اور دم دار ستارے (COMETS) بنتے چلے جاتے ہیں۔ اب اس دہکتے ہوئے گولہ کا صرف مرکز سورج کی شکل رہ گیا ہے۔ جہاں سے اب بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے فضا میں پھیلتے رہتے ہیں۔ چونکہ بنیادی مادہ متحرک ہے اس لئے ہر وہ حصہ جو علیحدہ ہو کر سما میں گھومنا شروع کر دیتا ہے۔ ایک متعین رفتار کے ساتھ گھومتا چلا جاتا ہے۔ اس حرکت کے ساتھ ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو کششِ ثقل (FORCE OF GRAVITY) کہتے ہیں۔ اور اسی طاقت کے ذریعہ ہر ٹکڑا سما میں معلق ہے اور تیرتا رہتا ہے۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے ذرا غور سے سنئے:

ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنھما (۲۱ : ۳۰)

یعنی یہ زمین اور سیارگان (اجرام فلکی) سب ایک تھے ہم نے ان کو علیحدہ کیا۔

"فتبارك الله احسن الخالقین"۔

اب ہماری اوپر والی بات واضح ہو گئی ہو گی اور عمل تخلیق ثابت ہو گیا۔ پھر ہم نے لکھا تھا کہ جونہی یہ آگ کا گولہ ٹھنڈا ہوا اس میں بخارات پیدا ہو گئے اور اس سے بارش کا آغاز ہوا۔ اس آیت کے معاً بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وجعلنا من الماءِ کل شئ حی

اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے۔ اب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نہ صرف بارش ہوئی بلکہ پانی کے ساتھ حیات بھی پیدا کر دی گئی۔ غور فرمایا آپ نے۔ جس طرح دیپک کا راگ جلا بغیر بارش کے تسکین یعنی دوبارہ زندگی حاصل نہیں کر سکتا اور وہ بارش بھی کیسی وہ جو میگھ ملیار گانے سے ہوئے۔ یہاں بھی زندگی عطا ہوئی تو پانی سے یہ سب کچھ سما کے اندر قوت کے تموجات کا نتیجہ تھا۔ اور یہ قوت کس کی تھی۔ یہ قوت اللہ تعالیٰ کی تھی کہ وہی حی وقیوم ہے اور پھر یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا:

وانزلنا من السماء ماءً طهوراً (۴۸ : ۲۵)

یعنی ہم ہی نے تو آسمان سے پاک پانی جو (CHEMICALLY PURE) تھا اور جو مقطر (DISTILLED) تھا نازل فرمایا۔ اور ساتھ ہی حیات بھی پیدا کر دی کہ اب فضا اس کی نشو و ارتقا کے لئے موزوں ہو چکی تھی۔ حیات نفس واحدہ (SINGLE CELL) کی شکل میں نمودار ہوئی۔ جو تقسیم ہو کر (زوجین) سلسلہ ارتقا کی کڑی میں پرو دی گئی۔ جب پانی زمین کے نشیبی حصوں میں جمع ہوا تو معدنیات کے اثر سے اس میں نمک اور دیگر لوازمات زندگی پیدا کر دیئے گئے۔ یہ بھی ایک علیحدہ موضوع ہے جس کا ہمارے اس مقالہ سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اس کو یہاں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

اب آیئے ذرا دیکھیں کہ حیات پیدا ہونے کے بعد کیا شکلیں اختیار کرتی ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق اس کی مخصوص شکلیں ہیں۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ پانی سے حیات پیدا ہونے کے بعد اس سے جاندار (دابۃ) بنائے جاتے ہیں۔

واللہ خلق کل دابۃ من ماءٍ (۴۵ : ۲۴)

ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ گویا حیات کی پیدائش کے بعد جب وہ مادۂ حیات ارتقار کے عمل میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کی مزید نشو و نما یوں ہوتی ہے اور دابہ کی تعریف قرآن حکیم نے یوں بیان کر دی ہے۔

(الف) فمنھم من یمشی علیٰ بطنہ (۴۵ : ۲۴) ان میں سے کچھ پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے (REPTILES)

(ب) ومنھم من یمشی علیٰ رجلین (۴۵ : ۲۴) اور انھیں میں سے کچھ دو ٹانگوں پر چلتے ہیں مثلاً MAMMALS ۔ یہاں یاد رہے کہ پرندے (طائر) اس میں شامل نہیں ہیں کیونکہ قرآن حکیم خود کہہ رہا ہے وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم (۶ : ۳۸) یعنی کوئی چلنے والی چیز زمین پر اور کوئی پرندہ

کر اپنے دو بازوؤں سے اڑتا ہے۔ یہ سب تمہاری ہی طرح کی جماعتیں تھیں۔ یہ آیت بڑی غور طلب ہے۔ اس کی تفصیل تو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ پرندے دابہ کی قسم میں نہیں ہیں۔ جو اوپر دو بیان کر دی ہیں اور تیسری کا ذکر اب آرہا ہے۔

(ج) ومنھم من یمشی علی اربع (۴۵ : ۲۴) اور ان میں سے بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں جس کو ڈارون نے QUADROPEDS کہا ہے۔ گویا ڈارون کے ارتقاء کے تمام منازل بالترتیب قرآن حکیم نے بیان کر دیئے ہیں۔ میں نے ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ ایک لارڈ نے ڈارون کی حیات لکھی ہے اور اس میں اس نے بتایا ہے کہ قرآن حکیم کے ترجمہ کا ایک نسخہ اس نے ڈارون کو دیا تھا۔ واللہ اعلم۔ مگر نہ تو وہ صاحب دوبارہ ملے اور نہ ہی کتاب ورنہ تصدیق ہو گئی ہوتی۔ بہر حال تلاش و جستجو جاری ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو یقینی بات ہے ڈارون کا یہ تخیل قرآن سے آیا ہے۔

اب جبکہ یہ کائنات تخلیق پا چکی ہے تو جو جاندار وجود میں آئے ہیں ان کے کائنات کے اندر بکھرنے کا سلسلہ (DISPERSION) شروع ہوتا ہے۔ اوپر ہم قرآن عزیز کی آیت لکھ آئے ہیں کہ تمام سیارگان اور اجرام فلکی میں اللہ تعالیٰ نے دابہ بکھیر دیئے ہیں۔ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جاندار کہیں سما (SPASE) میں معلق نہیں ہیں۔ بلکہ کسی مقام پر چلتے پھرتے ہیں۔ اور متمکن ہیں۔ اس سے ایک اور بات بھی ثابت ہو گئی کہ اجرام فلکی پر بھی پانی موجود ہے ورنہ وہاں دابہ نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ یہ لازمہ حیات ہے۔ ہمارے سائنسدان ابھی تک اس بات کی تحقیق نہیں کر سکے کہ اجرام فلکی پر حیات موجود ہے یا نہیں۔ یا وہاں پانی کے آثار نظر آتے ہیں یا نہیں۔ سائنسدان ان ہر دو امور سے انکار کرتے ہیں۔ کچھ ان میں ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ زندگی کے آثار بھی اور پانی بھی موجود ہے مگر ان کے پاس کوئی ثبوت موجود نہیں۔ لیکن ایک دن قرآن حکیم ہی ثابت کر دے گا اور قرآن عزیز کی یہ متشابہ آیات محکم بن جائیں گی۔

آخر کار قرآن تفصیل کل شیئ ہے ۔ آئیے اب اس مختصر تمہید کے بعد اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔یعنی غزوات السموات ۔

جب کائنات کے اصل تودے سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے علیحدہ علیحدہ ہو کر فضا میں تیرنا شروع ہوئے تو ان میں ایک چیز مشترک تھی اور وہ تھی حرکت مگر اس حرکت کی سمت اور ان کا حجم مختلف تھا ۔ اور رفتار بھی ایک نہ تھی ۔ چنانچہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر ستارے پر سورج ایک ہی سمت سے طلوع ہوتا ہے اور ایک ہی طرف غروب ۔ایسا نہیں ہے اور نہ ہی دن رات ہر جگہ برابر ہیں۔

یہ اختلاف وحرکت طبعی تھا ۔ اور اسی طرح ان سیارگان پر موسموں کی تبدیلی بھی ایک طبعی امر ہے جو ہر جگہ یکساں نہیں ہے ۔ اسی طرح ہر سیارے کی فضا (ATMOSPHERE) بھی مختلف ہے اور موسموں میں بھی تنوع ہے ۔ کہیں بہار کے بعد خزاں آئی اور کہیں بہار کے بعد جاڑا اور کہیں گرمی کے بعد بہار آتی ہے ۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں اس کائنات کا مرکز سورج تھا ۔ جس کی گرمی تمام اجرام فلکی میں سرایت کر گئی ۔ اب یہ سورج اکیلا رہ گیا ہے اور خود بھی آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہوتا چلا جا رہا ہے ۔

ہمارے اس کرۂ ارض پر کئی ایک براعظم ہیں جو دنیا کے نقشے سے عیاں ہیں ۔ مگر ان تمام میں فاصلے ہیں اور ان کے مابین سمندر کا پانی ہے ۔ ایک وقت تھا جب یہ ساری زمین جڑی ہوئی تھی آج بھی آپ نقشے پر ان تمام براعظموں کو الگ کاٹ کر جوڑیں تو تمام ایک دوسرے میں فٹ (FIT) ہو جاتے ہیں ۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ ایک ہی زمین کے حصے ہیں ۔ ان کے سواحل سکڑتے جا رہے ہیں اور زمین پیچھے ہٹ رہی ہے ۔ اور پانی بڑھتا چلا جا رہا ہے ۔ قرآن حکیم کی ایک آیت میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے بلکہ اس کی کچھ وضاحت بھی ہے ۔ وھو ھذا : اولم یروا انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا (الرعد : ۴۱) یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے

چلے آتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح اگر ہم اجرام فلکی کو ایک بار پھر جوڑ دیں تو ایک ٹھوس گولہ بن جائے گا۔ اور ہر ستارہ ایک دوسرے میں فٹ ہو جائے گا۔ سمندر کی گہرائیوں اور پہاڑوں کی چوٹیاں دوسرے کرے کی گھاٹیوں اور گہرائیوں میں فٹ ہو جائیں گی۔ اور ایک مکمل گولہ بن جائے گا۔ جس کے وسط میں سورج فٹ ہو جائے گا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جس طرح یہ کرۂ ارض ایک ٹھوس اور ملا ہوا گیند تھا اسی طرح یہ کائنات بھی ابتدا میں صرف ایک ٹھوس گولہ تھی۔ جس کا حجم ہمارے اس کرۂ ارض سے کئی کھرب گنا زیادہ تھا۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے علیحدہ کر دیا۔ جیسا کہ محولہ بالا آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اب سما میں متحرک و معلق ہیں۔ اس تمام تخلیق کی تکمیل کو کتنا عرصہ لگا اس کا بھی اندازہ لگایا جا چکا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنی مدت ہے کہ اس کا تعین آسان نہیں۔ ان باتوں کی بنیاد ظن و تخمین پر ہے۔ بس اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہ (AGES) یا (PERIODS) جن کو ہم نے عصر کہا ہے یہ اس عرصہ کا تخمینہ ہے۔ جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ ریڈیو کاربن (RADIO-CARBON) کا طریقہ کہلاتا ہے۔ اس سے پتھروں اور معدنیات کی عمروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے مگر یہ سب تخمینی ہے اور ایک خاص مدت تک کی خبر رکھتا ہے۔ اس کے آگے نہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ چاند کا ٹکڑا سب سے پہلے علیحدہ ہوا تھا اور سب سے پہلے ہی ٹھنڈا ہونا شروع ہوا۔ اس وقت وہ سب اجرام فلکی سے خنک تر ہے۔ اور سورج سب سے آخر میں علیحدہ ہوا اس لئے گرم ترین ہے۔ اس کی موجودہ حرارت سے اصل دہکتے ہوئے گولے کی حرارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ اس ناری کرے میں جو مخلوق تھی وہ ناری ہی تھی۔ یعنی جنات تھے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ ہم نے جنوں کو نار سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے یہی اولین خلیفہ تھے۔ مگر وہ خلیفہ فی الارض نہ تھے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام تھے بلکہ خلیفہ فی السما تھے۔ اس کے بعد جب یہ کرہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوا

تو نوری مخلوق پیدا کی گئی۔ جو فرشتگان تھے اور وہ آدم سے پہلے خلیفہ تھے۔ جن سے آدم نے خلافت حاصل کی گویا تواتر سے سب ایک کے بعد دوسرے آنے والے تھے اور اسی کو خلف، خلائف یا خلیفہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی بعد میں آنے والا انسان خلیفہ اللہ نہیں خلیفہ ملائک ہے اور خلیفہ فی الارض ہے۔ جب فرشتوں نے آدم کی خلافت پر اعتراض کیا تو اس وقت انسان موجود تھا اور فرشتے اس کو دیکھ رہے تھے کہ یہ کیسے آپس میں لڑتا جھگڑتا اور فساد پھیلاتا رہتا ہے۔ اس سلسلہ انسان میں سے ایک فرد آدم کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا۔ جس کو علوم سکھا کر شریعت سے نوازا گیا اور جس کو فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا۔

جدید سائنس نے تخلیق کائنات کے متعلق مختلف نظریے پیش کئے ہیں۔ نیوٹن (NEWTON) سے لے کر کانٹ (KANT) اور لاپلیس (LAPLACE) تک مختلف نظریئے دیکھنے میں آئے ہیں جو ایک دوسرے کی تردید کر رہے ہیں۔ مگر جو نظریہ ہم نے سطور بالا میں پیش کیا ہے اس کا دار و مدار صرف قرآن حکیم پر ہے۔ اور بالآخر یہی صحیح ثابت ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

(باقی)

گزارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔ اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب آپ ایسے موقع پر صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں بعض حضرات تو صرف دستخط ہی کو کافی خیال کرتے ہیں